Shabd Braham
E-ISSN 2320 – 0871
International Research Journal of Indian languages
17 April 2016
Peer Reviewed Refereed Research Journal

ندا فاضلی کی شاعری میں دیہاتی رنگ

Nida ki shayri me dehati rang

Dr. sadeka khan (Researcher)
Devi Ahilya University
Indore, Madhya Pradesh, India

گھر کو کھوجِ رات دن ، گھر سے نکلے پانو
وہ راستہ ہی کھو گیاجس راستے تھا گاؤں

خود اپنے گھر میں بھی گھر کا نشاں نہیں ملتا
چراغوں کے درمیان اندھیرے کا احساس ، قربت کے باوجود دوری ، گھر میں بھی بے گھری کا منظر جدید حسّیت نمایا خوصو صیات ہیں اور ان خوصوصیات کی عکاسی غزل گو شعرا نے اشارات اور پیکر تراشی وغیرہ کی مدد سے بڑی خوبصورتی سے کی ہے۔

ندا کی انفرادیت یہ ہے کہ شعر کی اوپری سطح پر یہ احساسات نظر نہیں آتے نہ تو یہاں تنہائی ، بے زاری ، بے معنویت جیسے الفاظ کا سہارا لیا گیا ہے اور نہ ہی انھوں نے لسانی سطح پر بو جھل ترکیب سازی سے کام لیا ہے بلکہ ان کے ان کے یہاں یہ احساسات موجِ تہ نشین کی صورت میں ہیں ٹھہر کر پڑھنے والے اس کی شدت کو محسوس کئے بغیر نہیں رہ سکتے۔

حامد ی کاشمیری نے ندا کے شعری احساس و مزاج کی نشا ندہی کرتے ہوئے لکھا ہے۔

" ندا فاضلی کا مسلہ یہ ہے کہ وہ اپنی زندگی کی فراعت ، معصومیت اور ایمان داری کو شہری زندگی کی کاروباریت ، شاطری اور بے ایمانی سے متصادم ہوتے ہوئے دیکھ کر اذیت ہو جاتے ہیں۔"

خشتِ دیوار ۔از۔ زبیر رضوی

یہاں کسی کو کوئی راستہ نہیں دیتا
مجھے گرا کے اگر تم سنبھل سکو تو چلو
یہی ہے زندگی کچھ خواب چند امیدیں
انھیں کھلونوں سے تم بہل سکو تو چلو

ندا کو اپنے چاروں طرف زندگی کی مصنوعی پن ، ریاکاری اور منافقت نظر آتی ہے وہ بار بار گاؤں کی سادگی بچوں کی پاکیزگی اور خوابوں کی معصومیت کی طرف مراجعت کرتے ہیں۔روتے ہوئے بچے کو ہنسانہ ان کے لئے مسجد تعمیر کرنے سے بہتر ہے ؎

گھر سے مسجد ہے بہت دور چلو یوں کرلیں
کسی روتے ہوئے بچے کو ہنسایا جائے

اداس شام کو انھیں ماں کی ممتا اور اس کی باتیں یاد آتی ہیں۔ ؎

میں رویا پردیس میں ، بھیگا ماں کا پیار
دکھ نے دکھ سے بات کی ، بن چٹھی بن تار
شام کا دھندلکا ہے یا اداس ممتا ہے
بھولی بسری یادوں سے بھوٹتی دعا دیکھو

ندا فاضلی اردو کے مشہور شاعر ، فلمی گیت کار اور مکالمہ نگار گزرے۔ ان کا پورا نام مقتدا حسین ندا فاضلی تھا۔ لیکن ندا فاضلی کے نام سےمشہور ہوئے ۔ان کی پیدایش ۱۲ اکتوبر ۱۹۳۸ء کو گوالیار میں ہوئی ،تعلیم کےلیے دہلی گئے ۔ ان کے والد ایک شاعر تھے ۔ تقسیم ہند کے بعد ان کے والدین اور خاندان کے افراد پاکستان چلے گے، لیکن فاضلی نے ہندوستان میں ہی رہنا پسند کیا۔

بچپن میں ہندو مندر سے ایک بھجن کی آواز سنی اور شاعری کی طرف مرغوب ہوئے۔ انسانیت پر انہوں نے شاعری کی۔ اس دور میں مرزا اسد اللہ خاں غالب ، میر تقی میرؔ سے متاثر ہوئے۔ میرا اور کبیر سے بھی متاثر ہوئے۔ انہوں نے الیٹ ، گگول، ملٹن چکوف ، ٹکساکی کو بھی پڑھا اور اپنی شاعرانہ صلاحیتوں کا اضافہ کیا۔

ندا نظمیں بھی کہتے ہیں اور غزلیں بھی۔ مقدار کے لحاظ انہوں نے کن کہاں ہے مگر معیار کے لحاظ سے ان کی تخلیقات سے انکار نہیں کیا جا سکتا ۔ ندا کے اب تک جتنے مجموعہ منظرِ عام پر آئے ہیں ان میں ہر مجموعہ پچھلے مجموعہ سے بلند تر ہیں ۔ ندا نظموں میں زیادہ کامیاب ہیں یا غزلوں میں ، ڈاکٹر حنفی نے ان کی تخلیقات کا تجزیہ کرکے خیال ظاہر کیا ہے۔

..." ندا نظم کی جگہ غزل میں زیادہ کامیاب رہیں گے۔"

حرف برہنہ ۔ از۔ عنوان چشتی

اردو سماج نئی دہلی ۱۹۸۹ء

ندا کے یہاں زندگی اور کاینات کے بارے میں متضاد رویے ملتے ہیں ۔ یہ رویے معاصر غزل گو شعرا کے یہاں اکثر دکھائی دیتا ہے۔ ندا کے یہاں خوابوں اور یادوں کی بڑی اہمیت ہے اور وہ ان سے تحفظ ذات کا کام لیتے ہیں ا کے باوجود تہذیبی خقائق سے آنکھیں بند نہیں کرتے لہٰذا انتشار اور ذہنی پراگندگی مفعر ممکن نہیں ۔ یہ تضاد اور تصادمندّ کی غزل کی ایک بڑی شناخت ہے۔ چند اشعار ملاحظہ ہو۔ ؎

ہر طرف سو چراغ جلتے ہیں
حادثے ساتھ ساتھ چلتے ہیں
اپنی طرح سبھی کو کسی کی تلاش تھی
ہم جس کے بھی قریب رہے دور ہی رہے
یہ کیا عذاب ہے سب اپنی ہی ذات میں گم ہیں
زباں ملی ہے مگر ہم زباں نہیں ملتا
چراغ جلتے ہی بینائی بجھنے لگتی ہے

Shabd Braham
E-ISSN 2320 – 0871
International Research Journal of Indian languages
17 April 2016
Peer Reviewed Refereed Research Journal

وہ اپنے اس گاؤں کو یاد کرتے ہیں جس کی ایک شے سے اپنا پن ٹپکتا ہے ۔ ایک طرف ان کے یہ اشعار ہیں:

گھر سے نکلے تو ہو سوچا بھی کدھر جاؤگے
ہر طرف تیز ہیوائیں ہیں بکھر جاؤگے
اونچی عمارتوں کی یہ بستی عجیب ہے
ہر شکل اپنے جسم سے باہر دکھائی دے
ان اندھیروں میں تو ٹھوکر ہی اجالا دے گی
رات جنگل میں کوئی شمع جلانے سے رہی

دوسری جانب:

ہر پیڑ کوئ قصہ ہر گھر کوئی افسانہ
ہر راستہ پہچانہ ہر چہرے پہ اپناپن

ندا کے دوسرے شعری مجوعہ میں جس طرح ان کے فن میں پختگی آئی ہے اس کا ذکر کرتے ہوئے مظفر حنفی نے لکھاہے۔

''پہلے ندا کی غزلوں میں ایک قسم کی نسائیت کے ساتھ دیہات کا ذائقہ ملتا تھا۔ اب ان کے یہاں ایک نوع صلابت ، بردباری اور مشینی شہر کی جھلکیاں نظر آنے لگی ہے ۔ غزلوں میں ان کی معصومیت اور محویت کی جگہ حزنیہ لا ابالی پن اور شاعرانہ تدبیر کی آمیزیش سے ایک نیا ذائقہ پیدا ہو گیاہے۔''

خشک چشمے کے کنارے ۔ از۔ ناصر کا ظمی
مکتبہ فکرو خیال لاہور ۱۹۸۶ء